مواعظ اختر نمبر ٦٦

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی شان



شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارۃ تالیفاتِ اختریہ
hazratmeersahib.com

اصلاحی مجالس

حضرت اقدس شاہ فیروز عبداللہ میمن صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ مجازِ بیعت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہفتہ وار بیانات کی ترتیب

- جمعرات (مرکزی بیان) مغرب تا عشاء
- جمعۃ المبارک کا بیان دوپہر 12:45 تا 1:45
- اتوار مجلس صبح 11 بجے

روزانہ مجالس کی ترتیب • بعد فجر • بعد عشاء

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی کتابیں مفت حاصل کرنے کے لئے **0334-3217128** پر اپنا مکمل پتا میسج کریں۔

اصلاحی مکاتبت اور مجالس کے لئے

جامع مسجد اختر، C-96 گلستانِ جوہر بلاک 12

نزد سندھ بلوچ سوسائٹی، گیٹ نمبر 2 کراچی۔

پی او بکس: 18778 پوسٹ کوڈ: 75290 فون: **021-34030643-44**

خواتین کے لئے پردے سے بیان سننے کا انتظام **B-38** سندھ بلوچ سوسائٹی

ای میل: AskHazratSheikh@gmail.com ویب سائٹ: TrueTasawwuf.org

تمام بیانات ویب سائٹ پر LIVE سنے جاسکتے ہیں

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہے تیرے نازوں کے

بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

یہ انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنی جملہ تصانیف پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلاموں کی شان

نامِ واعظ: محبی ومحبوبی مرشدی ومولائی سراج المِلّت والدّین شیخ العرب والعجم عارف باللہ قطب زماں مجددِ دوراں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخِ وعظ: ۱۵ صفر ۱۴۰۹؁ھ مطابق ۲۸ ستمبر ۱۹۸۸؁ء بروز بدھ، بعد فجر

مقام: مسجد اشرف، گلشن اقبال، کراچی

موضوع: اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ کی تفسیر

مرتب: حضرت اقدس سید عشرت جمیل میر صاحب دامت برکاتہم
خادمِ خاص وخلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعتِ اوّل: ۱۲ محرم ۱۴۳۶؁ھ مطابق ۵ نومبر ۲۰۱۴؁ء

ناشر: اِدارۂ تالیفاتِ اختریہ
بی ۳۸، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

فہرست

عنوانات | صفحہ نمبر

ملفوظات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلاموں کی شان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

﴿اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾

(سورۃ المآئدۃ، آیۃ:۵۴)

اللہ تعالٰی کے نزدیک سب سے پسندیدہ نام

اس آیت کی تفسیر سے پہلے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ پیش کرتا ہوں اور اس واقعہ سے بھی پہلے ایک اور بات عرض کرتا ہوں کہ:

((اَحَبُّ الْاَسْمَآءِ اِلَى اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ عَبْدُ اللّٰہِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ))

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، ج۲ ص۳۳۴ مطبوعہ اسلامی کتب خانہ)

اللہ تعالٰی کے نزدیک سب سے پسندیدہ نام عبداللہ، عبدالرحمٰن، محمد، ابراہیم اس کے بعد دو، دونبیوں کے نام محمد اسحاق، محمد اسماعیل ہیں۔ اور:

((اَخْنَعُ اسْمٍ عِنْدَ اللّٰہِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ يُّسَمّٰى بِمَلِكِ الْاَمْلَاكِ))

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، ج۲، ص۳۳۶ مطبوعہ اسلامی کتب خانہ)

اللہ کے نزدیک سب سے برا، سب سے خطرناک، سب سے متروک و ناپسندیدہ نام ملک الملوک ہے اس کا مطلب ہے شہنشاہ۔ سلاطین کا سب سے بڑا، حالانکہ وہ تو صرف اللہ ہی ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ شہنشاہ جس کو عربی میں ملک الملوک یعنی بادشاہوں کا بادشاہ کہتے ہیں یہ اللہ کے

نزدیک سب سے برا نام ہے، کیونکہ احکم الحاکمین، سلطان السلاطین اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ دنیا میں اس طرح جس کا بھی نام ہوا، اسے بہت بری طرح ذلیل ہوکر موت آئی۔ آپ دیکھئے! تاریخ میں جس نے بھی اپنا نام شہنشاہ رکھا اس کا حال خراب ہوا ہے، کیونکہ یہ نام اللہ کو نہایت ناپسندیدہ ہے۔ یہ تو اللہ کا نام ہے، شاہوں کا شاہ صرف اللہ ہے۔

کیفیات کا بدلنا علامتِ نفاق نہیں

اب صحابی کے واقعہ کے سلسلے میں عرض کرتا ہوں۔ حضرت حنظلہ بن الرُبَیّع رضی اللہ عنہ ایک دن غمگین بیٹھے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آج آپ کیوں غمگین ہیں؟ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے ابوبکر صدیق! میں تو بالکل منافق معلوم ہوتا ہوں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں ہمارا جو ایمان ہوتا ہے پھر جب ہم کاروبار میں یا گھر میں ہوتے ہیں اس وقت وہ بات نہیں رہتی، ویسا ایمان نہیں رہتا، حالت کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے، دائمی استقامت نہیں ہے، اس کے اندر شبہ ہے کہ کہیں ہماری یہ حالت نفاق کی علامت نہ ہو۔

تو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بھئی! یہ مرض تو مجھ میں بھی ہے، جو ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ہوتا ہے ویسا ایمان بال بچوں کے پاس نہیں رہتا، کچھ نہ کچھ فرق ہوجاتا ہے۔ لیکن یاد رکھئے! ایسا فرق نہیں ہوتا جیسے ہم لوگوں کا ہوجاتا ہے ؎

جن کے رتبے ہیں سِوا، ان کو سِوا مشکل ہے

جن کے بڑے رتبے ہیں ان کو معمولی کمی بھی بہت گراں گذرتی ہے، وہ ذرا سی کمی کو بھی بہت سمجھتے تھے۔ تو دونوں حضرات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اب فیصلۂ نبوت سنئے، فرمایا کہ:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰی مَا تَکُوْنُوْنَ عِنْدِیْ وَفِی الذِّکْرِ لَصَافَحَتْکُمُ الْمَلَآئِکَۃُ عَلٰی فُرُشِکُمْ وَفِیْ طُرُقِکُمْ وَلٰکِنَّ یَا حَنْظَلَۃُ سَاعَۃً وَّسَاعَۃً ثَلٰثَ مَرَّاتٍ))

(مشکوۃ المصابیح (قدیمی)، کتاب الدعوات، باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ ص ۱۹۷)

یہ ہرگز نفاق نہیں ہے، دونوں مؤمن ہیں اور ایسا ہونا ہی چاہیے کبھی کوئی حالت تو کبھی کوئی حالت، نبی کی صحبت میں کچھ اور کیفیت اور کبھی کچھ درجہ کمی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہاری ہمیشہ وہی حالت رہے جو میری مجلس میں، میری صحبت میں ہوتی ہے، اللہ سے تعلق اور حضوری کا ویسا ہی غلبہ رہے تو پھر فرشتے تم سے تمہاری گلیوں میں تمہارے بستروں پر آ کر مصافحہ کرنا شروع کردیں گے، تم سے ملاقات کریں گے اور نظامِ عالم اور تمہارے دنیا کے انتظامات گڑ بڑ ہوجائیں گے، جب تم پر روحانیت کا اتنا غلبہ ہوجائے گا تو آٹا نہیں پسوا سکو گے، لوگوں سے ملنا جلنا سب ختم ہوجائے گا۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کبھی ایسا ہو کبھی ویسا ہو، دونوں حالتیں اچھی ہیں۔

دل کی کیفیات بدلنے کی حکمت

اس کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((فَفِیْ سَاعَۃِ الْحُضُوْرِ تُؤَدُّوْنَ حُقُوْقَ رَبِّکُمْ وَفِیْ سَاعَۃِ الْفُتُوْرِ تَقْضُوْنَ حُظُوْظَ اَنْفُسِکُمْ))

(مرقاۃ المفاتیح: (مکتبہ رشیدیہ)؛ ج ۵ ص ۱۵۱)

جب تم پر اللہ کے یقین اور حضوری کا غلبہ ہو تو اس وقت تم اپنے رب کے حقوق ادا کرو، نہایت محبت و ایمان و یقین کے ساتھ اللہ کی یاد میں لگے رہو اور جب اس میں کچھ کمی آجائے تو تم اپنے نفس کا حق ادا کرو، اپنے اہل و عیال کا حق ادا کرو۔ پہلے والا ایمان اگر ہر وقت رہے تو کوئی شخص بھی بیوی بچوں کے حقوق ادا نہیں کرسکتا۔

ملا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ

اس پر مجھے اپنے شیخ کی کیفیت کا ایک واقعہ یاد آ گیا۔ مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ملا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ پانچ سو علماء کے استاد تھے۔ یہ درس نظامی، جو طلبہ کرام تمام مدارس میں پڑھتے ہیں، یہ درسِ نظامیہ ملا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ہی بنایا ہے، ان ہی کے نام سے درسِ نظامی بنایا گیا۔ یہ بات بہت سے لوگوں کو پتا ہی نہیں ہے، درسِ نظامیہ پڑھ رہے ہیں لیکن ملا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے درسِ نظامیہ بنایا تھا ان کے بارے میں جانتے ہی نہیں کہ یہ کون تھے۔ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی نگرانی میں اور ان کی شاگردی میں پانچ سو علماء مقرر کئے اور فتاویٰ عالمگیری ان سے لکھوائی اور ملا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کو افسر العلماء مقرر کیا، ملا نظام الدین، شاہ عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے، شاہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کو علم لدنی عطا ہوا تھا، انہوں نے مدرسہ میں نہیں پڑھا تھا۔ اس امت میں اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنے پاس سے علم لدنی دے دیتے ہیں، یعنی کتاب و مدرسہ کے بغیر علم عطا ہوتا ہے، اس کا نام علم لدنی ہے، اور اس کا ثبوت قرآنِ پاک میں ہے:

﴿وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۝﴾

(سورۃ الکھف، آیۃ:٦٥)

اور ہم نے ان کو علم لدنی عطا فرمایا۔ تو قرآنِ پاک کی آیت دلالت کرتی ہے کہ جس کو خدا چاہے بے پڑھے لکھے ہی سب کچھ دے دیتا ہے، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خصوصیت سے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا ہے:

((اِنَّ الْوَلِیَّ یَجُوْزُ اَنْ یَّکُوْنَ اُمِّیًّا کَالشَّیْخِ مَعْرُوْفِ نِ الْکَرْخِیِّ۔۔۔
وَعِنْدَہٗ مِنَ الْعُلُوْمِ اللَّدُنِّیَّۃِ مَا تَقْصُرُ عَنْھَا الْعُقُوْلُ))

(روح المعانی: (مکتبہ رشیدیہ)، ج۲۸ ص۱۴۸)

ترجمہ: اہل اللہ کبھی اُمّی (ان پڑھ) بھی ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ......لیکن ان کو اللہ تعالیٰ نے علمِ لدنی عطا کیا تھا کہ بڑے بڑے عقلاء اور فضلاء حیران رہ جاتے تھے۔

حضرت شاہ عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس میں داخل ہیں جن کے مزار مبارک پر میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ جب حاضر ہوئے تو حضرت نے خود مجھ سے فرمایا کہ جب تین چار میل رہ گئے تو میں غلبۂ محبت کے سبب تاب نہ لا سکا اور بے اختیار دوڑنے لگا، مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرے سر پر گویا نسبت کا پہاڑ رکھ دیا گیا، اور دو ماہ تک اتنا اللہ تعالیٰ کا استحضار رہا کہ غلبۂ ادب کی وجہ سے آسمان کی طرف نہیں دیکھ سکا۔ حضرت شاہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ صرف پارۂ عم تک پڑھے تھے لیکن بہت بڑے صاحبِ نسبت تھے، بغیر الہام کے کلام نہیں فرماتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں کچھ وارد ہوتا تھا تو فرماتے تھے ''کھبر دیت''، یعنی اللہ تعالیٰ مجھے خبر دے رہے ہیں، پھر کلام فرماتے تھے۔

ایسے اُمّی، غیر عالم لیکن صاحبِ نسبت، اللہ والے سے حضرت ملا نظام الدین فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ جب بیعت ہو گئے تو پانچ سو علماء نے مذاق اڑایا اور اعتراض کیا کہ آپ اتنے بڑے عالم ہو کر ایک غیر عالم سے بیعت ہو گئے۔ تو فرمایا کہ آپ نہیں جانتے، ہم لوگ کتاب اللہ کو جانتے ہیں وہ اللہ کو جانتے ہیں۔ لیکن علماء نہیں مانے تو حضرت نظام الدین اپنے پیر حضرت شاہ عبدالرزاق صاحب کی خدمت میں گئے کہ حضرت! سب علماء مجھ پر اعتراض کر رہے ہیں، آپ میری عزت کے لئے تشریف لے چلیں، میں ان کو آپ کی تقریر سنواؤں گا تو حضرت دو رکعت پڑھ کر بہت روئے کہ یا اللہ! اتنے بڑے عالم کی عزت کا معاملہ ہے لہٰذا آپ مجھے بیان کی سعادت نصیب فرما دیجئے۔ آپ لکھنو تشریف لے گئے، اسٹیج لگا ہوا تھا، پانچ سو علماء کے سامنے آپ نے تقریر شروع کی اور بخاری شریف کی

حدیث بیان کی، پھر منطق و فلسفہ کے مسائل بیان کئے، پھر ایسے دقیق اور غامض مضامین بیان کئے کہ شروع شروع میں تو علماء کچھ سمجھے، پھر ان کے ہوش اڑ گئے کہ یہ کیا بیان ہو رہا ہے! جب ان کے ہوش ٹھکانے آئے تو حضرت نے فرمایا کہ اے معزز علمائے کرام! آپ لوگوں نے الف با تا چھوٹے چھوٹے حرفوں میں پڑھا ہے اور اپنے ہاتھ کو دراز کر کے فرمایا کہ ہمیں ہمارے میاں نے اتنے بڑے بڑے حروف میں پڑھایا ہے۔

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا مقام

اور اس دور میں حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کو بھی علم لدنی حاصل تھا۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے صرف کافیہ تک پڑھا تھا مگر علوم ایسے تھے کہ مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ مولانا عبدالحئی بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور بڑے بڑے علماء شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہوتے ہوئے ان سے بیعت تھے۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کے بھائی شاہ عبدالقادر صاحب، تفسیر موضح القرآن کے مصنف، نے شاہ عبدالعزیز صاحب سے کہا کہ سید احمد کو مجھے دے دو، میں ان کی تربیت کروں گا۔ شاہ صاحب نے سید صاحب کو ان کے حوالے کر دیا۔ ڈھائی برس تک اپنی تربیت میں رکھا۔ پھر شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں لا کر عرض کیا کہ سید احمد کو بنالایا ہوں۔ پرکھ لیجئے پرکھا لیجئے۔ ایک مرتبہ کتاب پڑھ رہے تھے تو کتاب سے تمام حروف غائب ہو گئے، خوب آنکھ مَل مَل کر دیکھ رہے ہیں کہ یا اللہ! یہ کیا ماجرا ہے؟ میری بینائی کیا ہوئی؟ اپنے استاد حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ حضرت! مجھے کتاب میں کوئی حروف نظر نہیں آ رہے۔ انہوں نے دیکھا تو تمام حروف لکھے ہوئے تھے۔ اور سب

چیزیں صاف نظر آرہی تھیں۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ میاں سید احمد! تمہارا کام بن گیا، اللہ تعالیٰ تمہیں علمِ لدنی عطا فرمائیں گے۔ اتنے بڑے محدث شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں حج پر جارہا ہوں، اگر حج سے بخیریت واپس آ گیا تو اپنے اس خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت ہوجاؤں گا، اللہ تعالیٰ نے سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کو بہت اونچا مقام عطا فرمایا تھا۔

مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ہوتے ہوئے سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ جیسے غیر عالم سے کیوں بیعت کی؟ تو فرمایا کہ میں دینی علوم میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد ہوں لیکن مجھے عمل کی ہمت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے صدقہ میں ملی۔

اہل اللہ کے تعلق سے عمل کی ہمت عطا ہوتی ہے

اس پر ایک واقعہ سناتا ہوں۔ اُس زمانہ میں لوگ بیوہ کے نکاح سے بہت سخت عار اور ناگواری محسوس کرتے تھے، مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی ہمشیرہ کو مشکوٰۃ شریف پڑھاتے تھے تو جب بیواؤں سے متعلق احادیث آتی تھیں تو ان حدیثوں کو چھوڑ دیتے تھے کیونکہ ان کے گھر میں بھی بیوہ بہن موجود تھیں کہ کہیں بیوہ کے نکاح کے فضائل سن کر بہن کو نکاح کی ترغیب نہ ہوجائے اور نہ ہی خود مارے شرم کے ان کو نکاح کی ترغیب دیتے تھے۔ لیکن جب سید احمد شہید سے بیعت ہوگئے تو کسی دوسرے شہر میں وعظ فرمارہے تھے اسی بیان میں بیوہ کے نکاح کا تذکرہ آیا تو ایک مخالف شخص کھڑا ہوگیا کہ مجھے کچھ کہنا ہے۔ بس مولانا اسماعیل شہید نے اس سے فرمایا ابھی نہ کہو، بعد میں کہنا لیکن سمجھ گئے۔ بیان ختم کرکے دہلی واپس آئے، بہن کے قدموں میں اپنا عمامہ رکھ دیا کہ اگر آپ چاہیں گی تو میں آئندہ بیان کروں گا ورنہ نہیں کروں گا۔

بہن نے ماجرا پوچھا۔ سارا قصہ بتا کر فرمایا کہ آپ نکاح کرلیں۔ انہوں نے بڑھاپے اور دمہ کے مرض کا عذر کیا۔ فرمایا لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ رسم کی وجہ سے میں نکاح نہیں کرنے دیتا۔ غرض اس بڑھاپے اور بیماری کی حالت میں ان کا نکاح مولانا عبدالحئی بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے خود کروایا۔ یہ ہمتِ عمل ملی شیخ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے۔ مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت میں ایسی دو رکعات پڑھنا چاہتا ہوں جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ اکبر کہنے سے سلام پھیرنے تک کوئی وسوسہ نہ آئے، غیر اللہ کا خیال ہی نہ آئے:

((مَنْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ لَمْ یُحَدِّثْ نَفْسَهٗ فِیْهِمَا بِشَیْءٍ مِّنَ الدُّنْیَا،
لَمْ یَسْأَلِ اللهَ شَیْئًا اِلَّآ أَعْطَاهُ اِیَّاهُ))
(مصنف ابن ابی شیبة: باب فی فضل الصلٰوة، ج ۲ ص ۱۵۸)

((وَفِیْ رِوَایَةٍ اُخْرٰی: غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ))
(السنن الکبرٰی للبیهقی: ج ۱ ص ۴۹)

تو جو مانگے گا، اللہ تعالیٰ اسے عطا فرمادیں گے اور اس کے تمام صغیرہ گناہ بھی معاف فرمادیں گے۔ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا انتظار کرو، کسی مناسب وقت میں ان شاء اللہ ایسی دو رکعات مل جائیں گی، بس جب وہ وقت آیا اور اللہ کی طرف سے الہام ہوا تو دو بجے رات کو فرمایا کہ مولانا! اللہ کے لئے اٹھ جایئے۔ آہ! ؂

جی اٹھے مردے تری آواز سے
پھر ذرا مطرب اسی انداز سے

اللہ والوں کی آواز میں کیا اثر ہوتا ہے۔ جب مولانا اٹھ گئے تو فرمایا کہ مولانا! اللہ کے لئے وضو کر لیجئے، ہر بات میں اخلاص پیدا کر رہے ہیں کہ مولانا! اللہ کے لئے وضو کر لیجئے، مولانا نے وضو کرلیا، پھر فرمایا مولانا! اللہ کے لئے دو رکعت

نماز پڑھ لیجئے۔بس ان کی تمنا پوری ہوگئی، ایسی دو رکعات زندگی میں نصیب نہیں ہوئی تھیں۔لہٰذا مولانا اسماعیل شہید نے فرمایا کہ مجھے تو حضرت سید احمد شہید سے یہ فیض ملا ہے تو میں ان کا غلام کیوں نہ بنوں؟ جس کی کھائی اسی کی گائی۔

اللہ تعالیٰ اپنے ان عاشقوں پر رحمت نازل کرے، سخت گرمی میں مولانا اسماعیل شہید جہاد کی تیاری میں دہلی کی جامع مسجد میں گرم پتھر پر چلتے تھے کہ جب بالاکوٹ کے پہاڑ پر جہاد کرنا ہوگا، تو گرم پتھروں پر ہم کیسے چلیں گے، اگر قالینوں پر چلیں گے تو وہاں کیسے چلیں گے؟ لہٰذا ٹھیک بارہ بجے تپتی دھوپ میں ایک گھنٹے تک مولانا اسماعیل شہید ننگے پیر چلنے کی مشق کرتے تھے۔پھر جب ان دو بزرگوں یعنی سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید نے بالاکوٹ میں سکھوں سے جنگ کی تو اللہ کی محبت میں اپنا خون بالاکوٹ کے پہاڑوں کی گھاس پر بکھیر دیا۔اور بالاکوٹ میں شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر یہ شعر لکھا ہوا ہے ؎

خونِ خود را بر کہہ و کہسار ریخت

کہہ معنی گھاس اور کہسار کہتے ہیں پہاڑوں کو یعنی ان بزرگوں نے اپنے خون کو پہاڑ کے دامن میں گھاس کے تنکوں پر اللہ تعالیٰ کی محبت میں بکھیر دیا۔اس علاقہ پر اللہ کی عجیب رحمت ابھی بھی برس رہی ہے، اسی لیے وہاں اللہ کی یاد میں اتنا مزہ آتا ہے، جہاں کوئی خدا کی راہ میں جان دیتا ہے تو وہاں خدا کی رحمت نہ برسے گی؟

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہزادۂ مکہ، رئیس مکہ بہت حسین وجمیل تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چہرہ میں اتنی مماثلت تھی کہ غزوۂ احد میں جب یہ شہید ہو گئے تو کفار نے نعوذ باللہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کا اعلان کر دیا تھا۔ دو سو درہم کا لباس پہنا کرتے تھے، تمام وقت جسم اور زلفوں کی آرائش اور

زیبائش میں گزرتا تھا، ان سے زیادہ مہنگا عطر مکہ میں کوئی نہیں لگاتا تھا۔ (سیرالصحابہ ج ۲ ص ۲۷۵؛ معین الدین ندوی) جب اسلام لائے تو ان کے والدین نے ان کے جوتے اور کپڑے چھین لئے تو انہوں نے ٹاٹ پہن لیا اور بٹن کی جگہ درخت کے کانٹے لگا لیے اور چونکہ کبھی ننگے پیر نہیں چلے تھے تو پیر سوج گئے اور سوج کر پھٹ گئے اور ان سے خون بہنے لگا۔

((نَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰی مُصْعَبِ بْنِ عُمَيْرٍ مُّقْبِلًا عَلَيْهِ اِهَابُ كَبْشٍ قَدْ تَنْطِقُ بِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اُنْظُرُوْا اِلٰی هٰذَا الَّذِيْ نَوَّرَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ لَقَدْ رَأَيْتُهٗ بَيْنَ اَبَوَيْنِ يَغْذُوَانِهٖ بِأَطْيَبِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ وَلَقَدْ رَأَيْتُ عَلَيْهِ حُلَّةً شَرَاهَا أَوْ شُرِيَتْ بِمِائَتَيْ دِرْهَمٍ فَدَعَاهُ حُبُّ اللّٰهِ وَحُبُّ رَسُوْلِهٖ اِلٰی مَا تَرَوْنَ))

(شعب الایمان للبیہقی ج۵ ص۱۶۰)

((وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ فَلَمَّا رَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَكٰى لِلَّذِيْ كَانَ فِيْهِ مِنَ النِّعْمَةِ وَالَّذِيْ هُوَ فِيْهِ الْيَوْمَ)). رواہ الترمذی

(مشکوٰۃ: (قدیمی)؛ کتاب الرقاق باب تغیر الناس؛ ص۴۵۹)

اسی حالت میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ﷺ وہ شہزادۂ مکہ، رئیس مکہ اس حالت میں آرہا ہے کہ اس کے پیر سوجے ہوئے ہیں اور ان سے خون بہہ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے انہیں دیکھتے ہی رونا شروع کردیا۔ یہ ایسے امتی تھے جنہوں نے اپنے نبی کی، سید الانبیاء ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہادیئے ؎

وہ چشمِ ناز بھی نظر آتی ہے آج نم
اب تیرا کیا خیال ہے اے انتہائے غم

محدثین نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کیوں روئے؟ یہ خوشی کا رونا تھا کہ الحمد للہ!

اللہ تعالیٰ نے میری امت میں ایسے اولیاء اللہ پیدا کئے ہیں۔ چالیس سال کی عمر میں ان کا ایک بال بھی سفید نہیں ہوا تھا، جنگِ احد میں بالکل کالے بالوں میں شہید ہوئے۔

((قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ فَلَمْ يُوجَدْ لَهُ مَا يُكَفَّنُ فِيهِ إِلَّا نَمِرَةٌ فَكُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَإِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ غَطُّوا بِهَا رَأْسَهُ وَاجْعَلُوا عَلَى رِجْلَيْهِ الْإِذْخَرَ))۔ متفق علیہ

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب جامع المناقب؛ ص۵۷۴)

اور کفن بھی پورا نصیب نہیں ہوا، پیر چھپاتے تھے تو سر کھلتا تھا اور سر چھپاتے تھے تو پیر کھلتے تھے۔ سرورِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان کا سر چھپا دو اور پیر کی طرف "اِذْخَرْ" گھاس ڈال دو۔

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا جذبۂ شہادت

تو مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا شوقِ جہاد عرض کر رہا تھا کہ بارش کے زمانہ میں دریائے جمنا میں کودتے تھے اور لبالب بھرے ہوئے دریا میں دہلی سے آگرہ تک تیر کر جاتے تھے، کیا شان تھی! اللہ اکبر! دریا لبالب بھرا ہوا اور دہلی کے دریائے جمنا میں چھلانگ ماری اور آگرہ تک تیر کے چلے گئے، یہ مشق کس لئے کر رہے تھے؟ اللہ کی راہ میں جان دینے کے لئے تیاری کی جارہی تھی، اللہ تعالیٰ ان اہلِ محبت ہستیوں کے سینوں سے ہمیں بھی کچھ حصہ عطا فرمادے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمیں بھی اپنی ایسی محبت نصیب فرمادے۔ حالانکہ مولانا اسماعیل شہید یہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں، یہ شاہ عبد الغنی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے ہیں، یہ دہلی میں جب چلتے تھے تو جتنے تاجر ہوتے تھے کھڑے ہوجاتے تھے کہ شاہ ولی اللہ کا پوتا جارہا ہے یعنی مغل خاندان کے بادشاہوں کے لڑکے جب

گذرتے تھے تو جس طرح دہلی کے تاجر کھڑے ہوجاتے تھے کہ بھئی! بادشاہ کا پوتا جارہا ہے، اسی طرح تاریخ میں ہے کہ جتنی عزت بادشاہ کے شہزادوں کی تھی اتنی ہی عزت شاہ ولی اللہ کے شہزادوں کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے کیا عزت دی، فقیری میں بھی عزت دی ؎

عشق کی ذلت بھی عزت ہوگئی
لی فقیری بادشاہت ہوگئی

حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا جذبۂ دعوت الی اللہ

مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے کہا کہ حضور! آپ کا اتنے بڑے معزز خاندان سے تعلق ہے اور آپ بھنگیوں میں چلے جاتے ہیں، رنڈیوں کو ہدایت کرنے چلے جاتے ہیں، آپ کو شرم بھی نہیں آتی، دہلی میں آپ کے خاندان ولی اللّٰہی کی کتنی عزت ہے! فرمایا کہ تم کس عزت کی شرم دلا رہے ہو۔ میں تو جب سمجھوں گا کہ میری کچھ عزت ہوئی ہے جب دہلی کے غنڈے گدھے پر بٹھا کر میرا منہ کالا کرکے بازار میں مجھے پھراتے ہوں گے اور میں اس وقت بھی قال اللہ اور قال رسول کہتا ہوں گا لہٰذا اسی جذبہ کے تحت ایک بدکار عورت کے یہاں ہدایت کے لئے پہنچ گئے۔ ہم لوگ ان کی نقل نہیں کریں گے[۱]، ان کے ساتھ کوئی خاص معاملہ رہا ہوگا۔ اس کے یہاں بہت سی خادمائیں تھیں، کروڑ پتی رئیسہ تھی، مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ فقیروں کے لباس میں پہنچ گئے، علماء والے لباس میں نہیں بلکہ جو بھیک مانگتے ہیں ان کا لباس پہن کر گئے اور جا کر کہا فقیر اپنی صدا سنائے گا، اس عورت نے سمجھا کہ فقیر ہے تو دو روٹی اور کچھ آٹا بھجوا دیا۔ مولانا نے فرمایا کہ فقیر پہلے صدا سناتا ہے پھر بھیک لیتا ہے، پردہ کرکے بیٹھ جاؤ،

---

[۱] میرے شیخ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو سنا کر فرمایا کہ اس کی نقل اس زمانہ میں کسی کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔ ایک تو یہ کہ مولانا اسماعیل شہیدؒ پر ایک حال طاری تھا امت کی ہدایت کا اور وہ اس وقت مغلوب الحال تھے۔ دوسرے یہ کہ انہوں نے ان عورتوں کو یہ وعظ پردہ سے کیا تھا وہ خود صحن میں بیٹھے تھے اور ان کے سامنے وہاں کے مرد بیٹھے تھے اور عورتیں مولانا شہیدؒ کے پیچھے پردہ کرکے دوسرے کمرہ میں بیٹھی تھیں۔ تیسرے یہ کہ آج جو لوگ عورتوں میں بیان کرتے ہیں اور اس واقعہ کو دلیل بناتے ہیں، کیا ان کا تعلق مع اللہ اور تقوی ان بزرگوں کے درجہ کا بھی ہے؟ جنہوں نے اللہ کی محبت میں گھر بار، اہل وعیال قربان کئے حتی کہ اپنی جان بھی قربان کردی۔ (جامع)

پہلے میں صدا سناؤں گا اس کے بعد تم جو چاہے بھیک دے دینا، دینا نہ دینا تمہارا کام ہے، اب مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے پردہ کرایا اور سب خادمائیں اوران کی مالکن بیٹھ گئیں، اس کے بعد انہوں نے:

﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ○ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ○﴾

(سورۃ الانفطار آیۃ ۱، ۲)

پر بیان شروع کر دیا کہ جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب ستارے گرنے لگیں گے یعنی قیامت کا جو نقشہ کھینچا تو ان عورتوں کی چیخیں نکل گئیں۔ آہ! اُولٰٓئِكَ اٰبَآئِيْ فَجِئْنِيْ بِمِثْلِهِمْ۔ یہ ہیں ہمارے باپ دادا، دکھاؤ ہمیں ان سا اگر کوئی ہے۔ پھولپور کے قریب ایک موضع ہے بری پور وہاں کے ایک بڑے میاں میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں نے دہلی میں بانی دار العلوم دیو بند حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ خود سنا ہے، جب مولانا اسی آیت پر تقریر کر رہے تھے اور جب کہتے تھے ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ﴾ تو ایسا لگتا تھا جیسے آسمان پھٹ کر گر رہا ہے۔

دو بدکار عورتوں کی توبہ کا واقعہ

دوستو! اللہ کے نبی کے غلاموں کا یہ حال ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات میں کیا اثر ہوتا ہوگا؟ جتنا انسان کو یقین حاصل ہوتا ہے اس کی بات میں اتنا ہی اثر ہوتا ہے، جب اللہ کے نبی کے غلاموں کا یہ حال ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریر میں صحابہ کی کیا حالت ہوتی ہوگی؟ بس اس عورت نے مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ توبہ کرا دیجئے، میں بدکاری کا پیشہ چھوڑتی ہوں، آپ نے توبہ کرادی، ساری کی ساری عورتوں نے توبہ کر لی، ساری خواتین ولی اللہ ہوگئیں، ان کو ذکر بتا دیا، سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی پہنچ گئے، ان کے ہاتھ پر بھی ایک ایسی خاتون نے توبہ کی جس کی زندگی تاریک

اور گنہگار تھی، ان دونوں بزرگوں نے ان دونوں عورتوں کا نکاح بھی کرا دیا۔ جب سید احمد شہید نے جہاد کا اعلان کیا، دہلی کے لوگ تیار ہو گئے، بالاکوٹ آنا تھا، اب جہاد کی تیاری شروع ہوگئی۔ ان دونوں عورتوں نے کہا کہ ہم کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟ یہ ہوتا ہے شیخ سے تعلق! جس سے دین ملتا ہے اس کی محبت ہوتی ہے لہٰذا انہوں نے پوچھا کہ ہمیں کیوں چھوڑ رہے ہیں؟ کہا کہ ہم جہاد کے لیے جا رہے ہیں تم وہاں کیا کرو گی؟ ان خواتین نے کہا کہ ہم مجاہدین کے گھوڑوں کا چنا دَلیں گی، دہلی سے ایک چکی خرید لیں گے اور وہ بالاکوٹ لے چلیں گے اور چنے کو پیسیں گے، وہ چنا ہم مجاہدین کے گھوڑوں کو دیں گے اور گھوڑے اس کو کھا کر جہاد کریں گے اور اگر آپ ہمیں ساتھ نہ لے گئے تو ہمیں اپنی ماضی کی گنہگار زندگی کی طرف لوٹنے کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ اس وقت کے علماء اور مفتیانِ کرام نے اجازت دے دی۔ رات بھر یہ چکی پیستی تھیں اور دن بھر گھوڑے اس کو کھا کر جہاد میں مشغول رہتے تھے۔

ایک شخص نے ان خواتین سے ان کے شوہروں کے ذریعہ معلوم کروایا کہ دہلی میں مخمل کے گدے پر پھول بچھائے جاتے تھے، آپ ان پر سوتی تھیں اور اب یہ جو ہاتھ میں چکی چلا چلا کر چھالے پڑ گئے ہیں کیونکہ ایسا کام کبھی کیا نہیں تھا تو وہ زندگی تمہیں عزیز تھی یا اب یہ زندگی عزیز ہے کہ تم بالاکوٹ کے پہاڑ کے دامن میں چکی پیس رہی ہو، تمہارے دہلی کے گدے اور پھولوں کی سیج چھوٹ گئی، تم بالاکوٹ پہاڑ کی کنکریوں پر سو رہی ہو اور تمہارے ہاتھ میں مجاہدین کے گھوڑوں کے لئے چنا پیستے پیستے چھالے پڑ گئے تو تمہیں کون سی زندگی عزیز ہے؟ تم پچھتا تو نہیں رہی ہو؟ تو ان دونوں کا جواب سنئے! ان دونوں نے کہا کہ خدا کی قسم ہمیں سید احمد شہید اور مولانا اسماعیل شہید کے صدقہ میں بالاکوٹ کے پہاڑ کے دامن میں کنکریوں پر سونے اور خدا کی راہ میں ہاتھوں

میں چھالے پڑنے کے صدقہ میں جو ایمان عطا ہوا ہے اگر اس ایمان کو بالاکوٹ کے پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو یہ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں، ہمارے ایمان کو بالاکوٹ کے پہاڑ بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

آج ہم چاہتے ہیں کہ ہم کو مفت میں ولایت مل جائے، جو چیز مفت میں ملتی ہے وہ آدمی مفت میں دے بھی دیتا ہے، انسان کو جتنا زیادہ مجاہدہ ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ کی قدر معلوم ہوتی ہے، آج سستا معاملہ ہے، وراثت میں اسلام مل گیا ہے، ماں باپ مسلمان تھے ہم بھی مسلمان ہو گئے، کچھ دن کسی اللہ والے کے ساتھ رہو، اس کے ساتھ سفر حضر کرو، کچھ دن سفر میں مشقتیں اٹھاؤ پھر دیکھو جینے کا لطف مل جائے گا۔

اس کو جینے کا مزہ حاصل نہیں
جس نے دیکھی ہی نہ بزمِ عاشقاں

جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی محفلیں نہیں دیکھیں ان کو زندگی کا لطف نہیں ملتا۔

غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ

تو میں نے جو حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ والا قصہ شروع کیا تھا کہ ہر وقت ایک جیسی حالت نہیں رہتی، لہٰذا اس کی فکر نہیں کرنی چاہیے اس میں بھی مصلحت ہے۔ اب ایک اور حنظلہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ سناتا ہوں یہ حنظلہ بن ابی عامر ہیں۔ قصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شہید کو دیکھا۔ شہید کا مسئلہ یہ ہے کہ اس کو غسل نہیں دیا جاتا، اُنہیں خون آلود کپڑوں میں ہی دفن کر دیا جاتا ہے کیونکہ قیامت کے دن ان کے زخموں سے تازہ تازہ خون بہے گا، اللہ تعالیٰ شہیدوں سے پوچھیں گے کہ تمہارا خون کیوں بہہ رہا ہے؟ وہ کہیں گے کہ اے اللہ! آپ کے راستہ میں بہہ رہا ہے۔ اس لئے شہیدوں کو غسل دینا جائز ہی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شہید ہے جس کی لاش اُڑی جارہی ہے اور فرشتے اس کو غسل دے رہے ہیں، یہ اعزاز

صحابیٔ رسول یعنی حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا ہو رہا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بیوی سے معلوم کروایا کہ تمہارے شوہر کا کوئی خاص عمل ہے جو اس نے کیا ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ جب جہاد کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی کی آواز سنی تو یہ صحبت سے فارغ ہوئے تھے لیکن ابھی نہائے نہیں تھے اور اللہ کی راہ میں جان دینے کے لئے تیزی سے تلوار لے کر دوڑ پڑے کیونکہ اس وقت انتظار کا موقع نہیں تھا لہٰذا اسی حالتِ جنابت میں جہاد کیا اور شہید ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((اِنِّیْ رَأَیْتُ الْمَلَآئِکَۃَ تَغْسِلُ حَنْظَلَۃَ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ بِمَآءِ الْمُزْنِ فِیْ صِحَافِ الْفِضَّۃِ قَالَ اَبُوْ اُسَیْدِنِ السَّاعِدِیُّ: فَذَھَبْنَا فَنَظَرْنَا اِلَیْہِ فَاِذَا رَأْسُہٗ تَقْطُرُ مَاءً))

(الخصائص الکبرٰی للسیوطی، ج۱، ص۳۸۱، ـ دار التوقیریۃ للتراث ـ القاھرہ)

میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ حنظلہ کو ابر کے پانی سے چاندی کے برتنوں میں غسل دے رہے ہیں، لڑائی کے بعد جب ان کی لاش تلاش کی گئی تو سر سے پانی ٹپکتا تھا۔ کیونکہ شہادت پر غسل تو واجب نہیں تھا مگر جنابت کا تو غسل واجب تھا۔ جو فرشتوں نے اعزازاً ان کو دیا، ان کا لقب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غسیل الملائکہ رکھا یعنی فرشتوں کے غسل دیئے ہوئے۔

اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ......الخ کی تفسیر

تو آیت اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ کی تفسیر ہے:

((عَاطِفِیْنَ عَلَیْھِمْ مُتَذَلِّلِیْنَ لَھُمْ وَقِیْلَ لِلتَّنْبِیْہِ عَلٰی اَنَّھُمْ مَعَ عُلُوِّ طَبَقَتِھِمْ وَفَضْلِھِمْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ))

(روح المعانی: (مکتبہ رشیدیہ)، ج ۶ ص ۴۵۳)

یہ اپنے ایمان والے بھائیوں پر مہربان ہیں، اپنے کو مٹا کر ان سے ملتے ہیں اور ان کے لئے اپنے کو بچھائے رہتے ہیں۔ مفسرین لکھتے ہیں عَلٰی آتا ہے

بلندی کے لئے، عُلوِ شان کے لئے، یہاں اپنے کو مٹانے کے لئے عَلٰی کیوں آیا؟ یہ اس لئے آیا تا کہ اس بات کی دلالت ہوجائے کہ مَعَ عُلُوِّ طَبَقَتِہِمْ وَفَضْلِہِمْ یہ لوگ باوجود اس کے کہ بہت بلند طبقہ کے لوگ ہیں اور بہت ہی شرف اور فضیلت والے لوگ ہیں، لیکن جب اپنے مسلمان بھائیوں سے ملتے ہیں تو اپنی فضیلت و بلندی کو نہیں دیکھتے، اپنے مسلمان بھائی سے مٹ کر ملتے ہیں۔ دیکھئے! خلفائے راشدین کتنا اونچا طبقہ ہے لیکن معمولی غلاموں سے بھی ملتے تھے تو یہ حضرات اپنے کو مٹاتے تھے، مَعَ عُلُوِّ طَبَقَتِہِمْ وَفَضْلِہِمْ یعنی اپنے شرف وفضل کے باوجود اپنے کو مٹاتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس آیت کی مجسم تفسیر تھے، ایک بار حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو کہہ دیا اے بلال! تم کالے ہو اَنْتَ اَسْوَدُ بس اس کے بعد رونا شروع کردیا کہ ہائے اللہ! یہ میرے منہ سے کیا نکل گیا، یہ گورا کالا کہاں سے آ گیا اور توبہ کی اور کہا کہ اے بلال! میں نے تم کو جو کالا کہہ دیا، مجھے اس بات کی ندامت ہے لٰہذا عمر لیٹتا ہے اور تم اپنے پیروں سے اس کو روند دو، اپنے پیروں سے عمر کے جسم پر چلو تا کہ میری یہ خطا اللہ تعالیٰ معاف کردے۔ یہ ہے اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی مَعَ عُلُوِّ طَبَقَتِہِمْ وَفَضْلِہِمْ باوجود اس کے کہ یہ حضرات نہایت اعلیٰ طبقہ کے تھے لیکن مسلمانوں سے اپنے کو مٹا کے ملتے تھے۔ اس لئے عرب میں میزبان اپنے مہمان کی مہمان نوازی میں اپنے کو مٹا دیتا تھا، بچھ جاتا تھا جیسا کہ غالبؔ نے کہا تھا ؎

ہے خبر گرم ان کے آنے کی
آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا

مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے اس کی اصلاح کردی، فرمایا ؎

بچھ گیا خود ان کے آنے پر
شکر ہے گھر میں بوریا نہ ہوا

بوریا ہوتا تو بوریا بچھاتے، اب بوریے کی بجائے اپنے کو بچھا دیا۔ اس شعر کو نوٹ کر لینا، یہ اس آیت کی شرح اللہ والوں کے کلام سے ہو رہی ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

تو اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ پر یہ بہت بڑا اشکال تھا کہ عَلٰی آتا ہے بلندی کے لئے اور جتنے عرب کے محاورات تھے سب محاورات میں ذلت کے لئے لَہٗ استعمال ہوتا تھا، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لَھُمْ استعمال فرمایا عَاطِفِیْنَ عَلَیْھِمْ مُتَذَلِّلِیْنَ لَھُمْ جب کوئی کسی کے سامنے مٹ کر ملتا تھا تو کہتے تھے تَذَلَّلَ لَہٗ زَیْدٌ اور زَیْدٌ تَذَلَّلَ لِخَالِدٍ یعنی زید نے اپنے کو مٹا دیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے عَلٰی استعمال کیا، اس پر یہ اشکال قائم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے محاورۂ عرب سے صرفِ نظر کیوں فرمایا؟ اس کا جواب علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیا کہ اللہ تعالیٰ علمائے نحو کے قوانین کے پابند نہیں ہیں، علمائے نحو مخلوق ہیں، خالق کہیں اپنی مخلوق کی گرامر کا پابند ہوتا ہے؟ اب رہ گیا کہ آخر اس نحوی قانون سے صرفِ نظر کی مصلحت کیا ہے؟ اس کا ایک جواب یہ دیا کہ صحابہ بہت اونچے لوگ تھے اور عَلٰی آتا ہے بلندی کے لئے یعنی صحابہ اپنی بلندئ شان کے باوجود مسلمانوں سے اپنے کو مٹا کر ملتے تھے اور جو جتنی بلند شان کا ہوتا ہے اتنا ہی اس کی تواضع قیمتی ہوتی ہے۔ ورنہ جو فقیر ہے، جھونپڑی میں رہتا ہے وہ اگر اپنے کو مٹاتا ہے تو کیا مٹایا؟ مٹانا اس کا ہے کہ جو گورنر ہے، بادشاہ ہے، مالدار ہے، کروڑ پتی ہے وہ اپنے کو مٹا کر عام مسلمانوں سے ملے۔

ابھی حال ہی کا واقعہ ہے، نواب قیصر صاحب دامت برکاتہم صاحبِ نسبت بزرگ ہیں اور خاندانی نواب ہیں لیکن بزرگوں کی جوتیوں کے صدقہ میں اتنے متواضع ہیں کہ ہمارے یہاں سے ایک کشمیری ڈرائیوران کے یہاں گئے

تو نواب قیصر صاحب ان کی جوتیاں سیدھی کررہے تھے۔تکبر اور خدا کی محبت جمع نہیں ہوسکتی، دنیا میں کوئی اللہ والا متکبر نہیں ہوا، جب تکبر آیا سمجھ لو کہ خدا سے محروم ہوگیا،جس کے دل میں اللہ کی محبت کا جھنڈا لہرا جائے اس میں بڑائی نہیں ہوسکتی، وہ تو اللہ کی ذات میں فنا ہوجائے گا، جب سورج نکلے تو ستاروں کا وجود رہ سکتا ہے؟ ؎

چو سلطانِ عزت علم بر کشد
جہاں سر بجیبِ عدم در کشد

حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب عزت کا وہ سلطان اپنا جھنڈا اللہ والوں کے دلوں میں لہراتا ہے تو پوری کائنات جیبِ عدم میں فنا ہوجاتی ہے، تمام کائنات بے قدر ہوجاتی ہے ؎

اگر آفتاب است یک ذرہ نیست
وگر ہفت دریاست یک قطرہ نیست

آفتاب کے ہوتے ہوئے ایک ذرّہ کا وجود نہیں ہوسکتا، اگر سات دریا بہہ رہے ہوں تو ایک قطرے کی کیا حقیقت ہے؟ اور علامہ آلوسی نے دوسرا جواب یہ دیا کہ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ میں بھی عَلٰی آرہا ہے،تو اس کا جواب یہ ہے کہ:

((وَمَعْنٰی کَوْنِہِمْ أَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ أَنَّہُمْ أَشِدَّآءُ مُتَغَلِّبُوْنَ عَلَیْہِمْ مِنْ عَزَّہٗ إِذَا غَلَبَہٗ))

(روح المعانی: (مکتبہ رشیدیہ)، ج۶ ص۴۵۴)

عرب کے لوگ بولتے تھے مَنْ عَزَّہٗ اَیْ غَلَبَہٗ تو اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ کے معنی ہیں أَنَّہُمْ أَشِدَّآءُ مُتَغَلِّبُوْنَ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ یعنی کافروں پر نہایت سخت تھے، غالب رہتے تھے۔علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے اس بات کی مزید تاکید ہوگئی کہ یہ صحابہ مسلمانوں کے آگے اپنے کو جو ذلیل، کمزور اور حقیر سمجھ رہے ہیں تو یہ ذلت ان کی ذاتی صفت نہیں ہے، ذاتی طور پر تو یہ بڑے سخت

ہیں لیکن اللہ کے لئے اپنے کو مٹا دیتے ہیں۔ بابِ تَفَعُّل جو ہوتا ہے اس میں تکلف ہوتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ مَرِضَ زیدٌ زید مریض ہو گیا، لیکن جب بابِ تفعُّل سے کہیں گے کہ تَمَرَّضَ زَیْدٌ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ زید مریض نہیں تھا بتکلف مریض بن گیا۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خدانخواستہ کوئی ذلیل، حقیر نہیں تھے بلکہ یہ بڑی عزت والے، بڑی طاقت والے تھے، جب ہی تو اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ اور اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تھے، کافروں پر سخت تھے، متغلب تھے لیکن اس کے باوجود مسلمانوں سے اپنے کو مٹا کر ملتے تھے، تو اس بات سے اس آیت کی اور تائید ہو گئی، اس نے صحابہ کی صفتِ ذاتی یعنی ان کی عزت کو اور مضبوط کر دیا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی شانِ استقلال پر نحو کے قانون سے دلیل

اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عطف کا ''واؤ'' ترک کیا یعنی اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ کے بیچ میں ''و'' نہیں لائے، تو عطف کو کیوں چھوڑا؟ ''و'' کو اللہ نے کیوں استعمال نہیں کیا؟

((وَتَرَكَ الْعَطْفَ بَيْنَهُمَا لِلدَّلَالَةِ عَلَى اسْتِقْلَالِهِمْ بِالْاِتِّصَافِ بِكُلٍّ مِّنْهُمَا))

(روح المعانی: (مکتبہ رشیدیہ)، ج۶ص ۴۵۴)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عطف کا واؤ اس لئے ترک کیا تاکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں اِن دونوں صفتوں کا استقلال ثابت ہو جائے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ تواضع سے ملنا اور دشمنانِ خدا کے مقابلہ میں شدت کی صفت میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی مستقل صفات ہیں، معلوم ہو جائے کہ صحابہ ان دونوں صفتوں میں ایک مستقل شان رکھتے ہیں، اور عطف لانے کے بعد اس شان میں استقلال نہ رہتا۔

اب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں، سب لوگ دعا کرو، ہم آپ کے لئے اور آپ ہمارے لئے دعا کریں کہ اللہ ہم سب کو استقامت نصیب فرمائے اور مٹنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ اے خدا! آپ ہم کو اتنا مٹائیے، اتنی فنائیت عطا فرمائیے کہ جس سے آپ خوش ہو جائیں، ہم نہیں جانتے کہ آپ کتنا مٹنا پسند کرتے ہیں، بس فنائیت کا وہ مقام نصیب فرمائیے کہ آپ خوش ہو جائیں اور ہماری زندگی کو آپ اپنی مرضی کے مطابق بنا دیجئے، ہمیں ہمارے نفس کے سپرد نہ فرمائیے، اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی اے اللہ! ہمیں وہ توفیقات دیجئے جس سے ہم آپ کے محبوب ہو جائیں اور آپ ہم سے راضی ہو جائیں اور اگر ہم سے خطا ہو جائے تو ہم چین سے نہ بیٹھیں جب تک آپ کو راضی نہ کرلیں۔

((اَللّٰھُمَّ لَكَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی))

(کنز العمال ج ۲، کتاب الاذکار، رقم الحدیث ۵۱۱۷، دار الکتب العلمیة)

اے اللہ! آپ کو ناراضگی کا حق حاصل ہے یہاں تک کہ ہم آپ کو راضی کرلیں، اتنا منانا ہم پر فرض ہے کہ آپ ہم سے راضی اور خوش ہو جائیں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَآ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ وَصَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

ملفوظات

(زیرِنظر ملفوظات حضرت والا دامت برکاتہم نے بروز جمعہ ۹ دسمبر ۱۹۸۸ء کو بعد نمازِ جمعہ، خانقاہ گلشن میں ارشاد فرمائے۔ جامع)

خواب سے شرعی احکام نہیں بدلتے

ارشاد فرمایا کہ بعض وقت میں قبر سے بھی آواز سنی جاتی ہے، ہمارے اکابر فرماتے ہیں کہ وہاں خبیث مشرک جنات رہتے ہیں، وہ ہمیں نظر نہیں آتے مگر ان کی آواز سنائی دیتی ہے۔ محدّثین فرماتے ہیں کہ اگر کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھے تو یہ تو بالکل سچ ہے کہ آپ کی صورت میں شیطان نہیں آسکتا، حدیث پاک ہے:

((مَنْ رَّاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَإِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَتِیْ))

(متفق علیہ)

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، کتاب الرویاء ص ۳۹۴)

شیطان حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صورت میں نہیں آسکتا۔ ایک شخص نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ میں نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا ہے اور حدیث میں ہے کہ جس نے آپ کو دیکھا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صورت میں نہیں آسکتا اور نبی کو دیکھنے والا صحابی ہوتا ہے تو کیا میں صحابی نہیں ہوگیا؟ تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو جواب دیا کہ جی ہاں صحابی تو ہوئے مگر خوابی صحابی ہوئے، خواب میں زیارت سے حقیقی صحابی نہیں ہوسکتا۔ لیکن اگر کسی کو خواب میں صورت تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دکھائی دی مگر آواز یہ سنائی دی کہ آج سے مغرب کی چار رکعات ہیں تو کیا خواب سے مسئلہ بدل جائے گا؟ نہیں۔ معلوم ہوا کہ شیطان آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شکل مبارک میں تو نہیں

آ سکتا لیکن آواز میں ملاوٹ کرسکتا ہے اس لئے خواب میں شریعت کے خلاف آواز سنائی دے تو اس سے شریعت کا مسئلہ نہیں بدل سکتا۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ قرآن پاک کی سورۂ نجم کا نزول ہورہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت تلاوت فرمائی:

﴿اَفَرَءَیۡتُمُ اللّٰتَ وَالۡعُزّٰی ○ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الۡاُخۡرٰی ○﴾

(سورۃ النجم، آیۃ: ۱۹، ۲۰)

تو اچانک شیطان لوگوں کے بیچ میں سے اپنی طرف سے عربی بنا کر گذر گیا اور اس کی عربی کیا تھی کہ بس کچھ ہم نے تمہارا تسلیم کیا، کچھ تم ہمارا تسلیم کرلو، کچھ لو اور کچھ دو، اب کفر اور اسلام کی صلح ہوگئی، اب نہ تم ہمارے بتوں کو کچھ کہو نہ ہم تمہارے اللہ کو کچھ کہیں گے۔ اس قسم کا کوئی مضمون شیطان نے بنا دیا۔ (تفسیر قرطبی؛ سورۃ النجم، ج ۱۷ ص ۱۲۴) فوراً جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے کہ اے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ اعلان کردیجئے کہ آج شیطان نے اس قسم کی بات کہی ہے وہ قرآن نہیں ہے ابلیس کی بات ہے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جتنا قرآن نازل ہوا اور جو دین نازل ہوا ہے اس کے علاوہ نئی نئی بات پیدا کرنا کیسے دین ہوجائے گا؟ لہٰذا اگر قبروں سے کوئی آواز آئے کہ ہم سے یعنی مردے سے مانگو، تمہاری مراد پوری ہوگی تو سمجھ لو کہ وہاں کافر مشرک جنات بیٹھے ہیں اور وہ آواز لگا رہے ہیں۔ بعض لوگوں نے مجھ سے کہا کہ ہم نے قبروں سے آواز سنی ہے، میں نے کہا کہ جو شریعت ہے بس اسی پر عمل کرو، اللہ کے نبی کی سنت کا راستہ مت چھوڑو ورنہ تباہ ہوجاؤ گے۔

خدا فرما چکا قرآں کے اندر
مرے محتاج ہیں پیر و پیمبر
وہ کیا ہے جو نہیں ہوتا خدا سے
جسے تو مانگتا ہے اولیاء سے

اور ؎

گر ہوا پہ اڑتا ہو وہ رات دن
ترکِ سنت جو کرے شیطان گن

مالی معاملات سے متعلق حضرت والا کی خصوصی نصیحت

ارشاد فرمایا کہ ایک بات اور اچانک یاد آ گئی کہ جتنے لین دین کے معاملات ہیں، کسی سے آپ نے ادھار لیا ہے تو اپنی ڈائری میں لکھ لیجئے، اس شخص کے لیے بغیر لکھے سونا جائز نہیں ہے جس نے ادھار لیا ہو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ صبح اٹھنا نصیب نہ ہو تو وارثین دیکھ لیں کہ فلاں سے اس نے قرضہ لیا ہے تو اس کو ادا کردیں گے، اپنے دماغ پر بھروسہ نہ رکھو۔ جب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو ایک ایک پیسہ کی تھیلی الگ تھی کہ یہ امانت فلاں شخص کی ہے، یہ امانت قصبہ والے چودھری صاحب کی ہے، یہ رقم زکوٰۃ کی ہے، یہ رقم تعمیر کی ہے، یہ رقم عطیات کی ہے، تمام تھیلیوں پر لکھا ہوا تھا۔ سبحان اللہ! یہ تھے اللہ والے۔ یہ ہوتا ہے اللہ والوں کا حقوق العباد کی ادائیگی کا احساس۔ تو اگر کبھی کسی سے قرضہ لیا ہو اس کو نوٹ کرلو، اور اگر تمہارا اپنا قرضہ کسی کے ذمہ ہو تو اس کو بھی نوٹ کرلو تاکہ وارثین اس سے وصول کرلیں۔

((مَنۡ مَّاتَ مِنۡ غَيۡرِ وَصِيَّةٍ مَّاتَ مِيۡتَةً جَاهِلِيَّةً))

(الحاوی الکبیر شرح مختصر المزنی (الماوردی)؛ کتاب الوصایا ج۸ ص۱۸۸)

جو شخص بلا وصیت مرتا ہے اس کے لیے بہت سخت وعید ہے، اس کے لئے جاہلیت کی موت ہوتی ہے، سمجھ لو اس مسئلہ کو۔ آپ لوگ حقوق العباد کے معاملات کو نوٹ کر کے رکھو، ایک ڈائری بنالیں، اس میں کسی کو دیا لیا سب صاف صاف لکھا ہو اور گھر والوں کو بتا بھی دو کہ یہ کاپی ہمارے معاملات کی ہے، میرے مرنے کے بعد اس سے معاملہ کیا جائے، یہ دینداری کی بات ہے، خدا کے خوف

کی بات ہے، ایسے ہی اگر کچھ نمازیں قضا رہ گئی ہیں، ان کو بھی لکھ لو کہ میرے ذمہ اتنی نمازیں رہ گئیں، اتنے روزے رہ گئے تاکہ وارثین اگر دینا چاہیں تو وہ اس کو دیکھ کر فدیہ ادا کر دیں۔

چندہ کی رقم میں سخت احتیاط لازم ہے

ارشاد فرمایا کہ دعا کرو اللہ تعالیٰ ہمیشہ تقویٰ کے مطابق، اپنی مرضی کے مطابق دین کی خدمت کی توفیق نصیب فرمائے کیونکہ مقصود مدرسہ نہیں ہوتا، مقصود اللہ کی رضا ہے۔ ایک مولوی صاحب، ایک بڑے مفتی صاحب سے کہنے لگے کہ میں نے زکوٰۃ کی رقم سے مسجد کی چھت ڈلوادی ہے، کیا کریں لوگ ہم کو نفلی عطیات نہیں دیتے لہٰذا ہم نے زکوٰۃ سے چھت ڈلوادی۔ اُن مفتی صاحب نے فرمایا کہ ظالم! کسی کی بھی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، اب تمہیں قیامت کے دن معلوم ہوگا کہ اس مسجد کو بنانے سے تجھے ثواب ملے گا یا عذاب ہوگا۔ یہ مسائل کی بات ہے، کوئی کھیل تھوڑی ہے کہ جو چاہے جہاں چاہے اپنی عقل سے خرچ کر دے کہ یہ میرا خیال ہے۔ ارے! شریعت کے مقابلہ میں تمہارا خیال کیا چیز ہے؟ جس کو دیکھو اس نے دین کو کھلونا بنا رکھا ہے کہ صاحب میرے خیال میں یہ مسئلہ ایسے ہے۔

ایمرجنسی ویزے

ارشاد فرمایا کہ میرے دوست ہیں قاری محفوظ الحق صاحب جو پچھلے سے پچھلے سال عرفات کے میدان میں میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم سے بیعت ہوئے۔ دیکھئے! قسمت کی بات ہے، کوئی مدینہ شریف میں داخلِ سلسلہ ہوا کوئی عرفات کے میدان میں۔ میں نے ان کو سکھایا تھا کہ یہ

مبارک جگہ ہے جہاں حج قبول ہوتا ہے تو تم شیخ کے دستِ مبارک پر یہیں توبہ کرلو، بس کام بن گیا۔ کل انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے تینتیس سال کے بھانجہ کا اچانک ہارٹ فیل ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ تو میں یہ کہتا ہوں کہ اب ایمر جنسی ویزے آرہے ہیں تو ہم آپ کیوں لمبی لمبی اسکیمیں بنائیں؟ ہم لوگ تو ہر وقت مستعد رہیں کہ ؎

نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی
تو رہ جائے تکتی کھڑی کی کھڑی

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بھئی! کچھ دن کے بعد جب میں فارغ ہوجاؤں گا تب اللہ میاں کو زیادہ یاد کروں گا۔ میں کہتا ہوں کہ کیا پتہ اس وقت تک زندہ رہو گے بھی یا نہیں؟ جتنا فارغ وقت ہے اس کو استعمال کرلو، صحت و فراغت کو اللہ کی عبادت میں استعمال کرلو، کل کو کیا معلوم کہ کسی کو کیا ہونا ہے۔ ہمارے عزیزوں میں سے ایک صاحب کو جوانی میں فالج ہوگیا، نہ مسجد جاسکتے ہیں نہ کہیں اور سب نمازیں اِدھر اُدھر ہوگئیں، چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور اسی پر پیشاب پاخانہ ہو رہا ہے۔

ناز کس پر کیا جاتا ہے؟

ارشاد فرمایا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہونے لگا تو آپ نے اپنے صاحبزادہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میرا ایک دوست ہے اس سے جاکر کہہ دینا وہ میرا چھیاسی ہزار کا قرضہ ادا کردے گا۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کو بیان کرکے رونے لگے کہ کیسا خوش نصیب تھا وہ شخص جس کو ایسے ولی اللہ کا قرضہ ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، جن کے اسلام پر فرشتوں نے خوشیاں منائی ہوں، جن کو اسلام کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خدا سے مانگا ہو، سبحان اللہ! ایسا پیارا مرادِ رسول، اللہ کا ایسا محبوب۔ لیکن کسی

کسی پر ناز ہوتا ہے آدمی ہر ایک پر ناز تھوڑی کرسکتا ہے، تو جن کی محبت پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ناز فرمائیں کہ جاؤ میرے فلاں دوست سے کہہ دینا کہ وہ عمر کا قرضہ ادا کردے گا اس کی خوش نصیبی کا کیا کہنا کیونکہ ہر شخص پر ناز نہیں کیا جاتا ہے ؎

ناز بر آں کن کہ خریدارِ تست

ناز اسی پر کیا جاتا ہے جو ناز کا خریدار ہوتا ہے، کوئی ناز اٹھانے والا بھی تو ہو تب اس پر ناز کیا جائے، اللہ والے ہر ایک شخص پر تھوڑی ناز کرتے ہیں۔

گمراہ لوگوں سے دور رہو

ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں کو شریعت کے خلاف چلتا دیکھو یا چودہ سو برس سے صالحین اور اولیاء اللہ کا جو اجماع چلا آرہا ہے، ان کی شاہراہ سے کسی کو ہٹا ہوا دیکھو تو اس سے اپنے جسم کو بھی دور رکھو اور دل کو بھی دور رکھو، قلباً اور قالباً اس سے دوری اختیار کرو۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والوں پر جن سے ہدایت کا کام ہورہا ہے، اللہ تعالیٰ کے اسمِ ہادی کی تجلی ہوتی ہے اور ان کے پاس بیٹھ کر جو نفع ہوتا ہے، وہ ان کی ذات کا نہیں ہوتا بلکہ ان کے اوپر اللہ تعالیٰ کے اسمِ ہادی کی جو روشنی آرہی ہے، وہ نفع اس اسمِ ہادی کے نور کا ہے۔ اسی طرح جو شیطان کے چیلے اور گمراہ لوگ ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کے اسمِ مُضِل کی تجلی ہوتی ہے لہٰذا جو ان کے پاس بیٹھتا ہے وہ بھی گمراہ ہو جاتا ہے۔

(مورخہ ۲ اگست ۱۹۹۱ء بعد نمازِ جمعہ حضرت والا مرشدی ومولائی سیدی وسندی دام ظلہم العالی مسجد سے خانقاہ تشریف لائے۔ مسجد سے بہت سے احباب حضرت والا کے ساتھ خانقاہ آگئے۔ اس وقت حضرت مرشدی مدظلہ نے کچھ ارشادات فرمائے جو یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ جامع)

جائز حاجت اور پریشانی سے نجات کا وظیفہ

ارشاد فرمایا کہ ہر قسم کی جائز حاجت و پریشانی کے لیے میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے ایک وظیفہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے چار نام پڑھا کریں۔ وہ چار نام کون سے ہیں؟ یَاصَمَدُ، یَاعَزِیْزُ، یَا مُغْنِیُ، یَانَاصِرُ۔ مدینہ شریف میں حضرت نے اس کے فوائد بیان کیے اور وہاں بھی حضرت کے پاس جو کوئی حاجت و پریشانی لے کر آیا حضرت نے سب کے لیے مجھ سے فرمایا کہ انہیں یَاصَمَدُ والا وظیفہ بتادو کہ ہر نماز کے بعد سات دفعہ یہ وظیفہ اور اول و آخر گیارہ گیارہ بار مختصر والا درود شریف پڑھ کر دعا کرلیں۔

یَاصَمَدُ، یَاعَزِیْزُ، یَا مُغْنِیُ یَانَاصِرُ کا وظیفہ پڑھنے کا طریقہ وتعداد

اس وظیفہ کے پڑھنے کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے یَاصَمَدُ، یَاعَزِیْزُ پڑھیں پھر اس کے بعد یَا مُغْنِیُ، یَانَاصِرُ پڑھیں۔ حضرت نے الف سے یا تک کے جو حروف ہیں یعنی حروفِ تہجی کی ترتیب سے اس وظیفہ کو کردیا ہے، یعنی سب سے پہلے صمد کا صاد ہے پھر عزیز کا عین ہے، پھر میم، پھر نون، تو حضرت نے اس کو اسی ترتیب سے پسند کیا ہے، لیکن اس ترتیب سے پڑھنا ضروری نہیں ہے، یہ کوئی شرعی بات نہیں ہے لیکن اللہ والوں کی باتوں میں کچھ نہ کچھ خیر اور

برکت ضرور ہوتی ہے لہٰذا بہتر ہوگا کہ اسی ترتیب سے پڑھیں۔

اگر کوئی اس وظیفہ کی مقدار پوچھے کہ کتنی بار پڑھیں تو ہر نماز کے بعد پڑھنے کے علاوہ صرف ایک مرتبہ ہفتہ بھر میں اسے (۱۱۱) بار بتادیں۔ اب آپ پوچھیں گے کہ ایک سو گیارہ میں کیا خاص بات ہے؟ تو اللہ پاک کا ایک نام **کافی** ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ﴾

(سورۃ الزمر، آیۃ:۳٦)

کیا اللہ اپنے بندہ کے لیے کافی نہیں ہے۔ تو میرے شیخِ اوّل شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ابجد سے اللہ کے اس نام **کافی** کے حروف ۱۱۱ بنتے ہیں لہٰذا جو ایک سو گیارہ مرتبہ اس وظیفے کو اوّل آخر درود شریف کے ساتھ پڑھے گا تو ان شاء اللہ اسے ان چاروں ناموں کے فائدے حاصل ہوں گے۔

یَاصَمَدُ کی شرح

صَمَدُ کی تعریف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے جسے علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں نقل فرمایا ہے کہ:

((اَلصَّمَدُ هُوَ الْمُسْتَغْنِیْ عَنْ كُلِّ اَحَدٍ اَلْمُحْتَاجُ اِلَيْهِ كُلُّ اَحَدٍ))

(روح المعانی، (مکتبہ رشیدیہ)، ج۳۰ص۲۷۴)

یعنی جو سارے عالَم سے بے نیاز ہو اور سارا عالَم اس کا محتاج ہو۔ تو **یَاصَمَدُ** پڑھنے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو سارے عالَم سے بے نیاز کردے گا ان شاء اللہ، اور فالج ولقوہ جیسے امراض سے بھی اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائیں گے، اس کو پڑھنے کے بعد دعا بھی کرلیں کہ اے اللہ! آپ صمد ہیں، سارے عالَم سے بے نیاز ہیں، سارا عالَم آپ کا محتاج ہے، میں بھی آپ کا محتاج ہوں لیکن آپ اپنے اس نامِ پاک کی برکت سے مجھ کو سارے عالَم سے

بے نیاز کردیں، اپنے غلاموں کو اپنی شانِ صمدیت سے کچھ حصہ عطا فرمادیں تاکہ ہم کسی مخلوق کے محتاج نہ ہوں۔

یَاعَزِیْزُ کی شرح

یَاصَمَدُ کے بعد یَاعَزِیْزُ ہے، عَزِیْزُ کے معنی ہیں:

((اَلْقَادِرُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّلَا یُعْجِزُہٗ جَلَّ شَانُہٗ شَیْءٌ))

(روح المعانی سورۃ الھود، ج۱۲،ص۴۰۱؛ سورۃ لقمٰن ج۲۱ ص۱۳۶ (مکتبہ رشیدیہ))

جو ہر شے پر قادر ہو اور کوئی شے اس کو استعمالِ قدرت میں عاجز نہ کرسکے۔ جیسے بہت سے لوگ مکّا مارنے کی قدرت رکھتے ہیں لیکن جب مارنے کے لیے مکّا اُٹھایا تو اس سے بھی زیادہ طاقت ور آدمی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تو اب وہ مکّا مارنے کی قدرت کو استعمال نہیں کرسکے گا، عاجز ہوجائے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں تمام مخلوقات، ہر شے، کائنات کے ذرّہ ذرّہ پر ایسا قادر ہوں کہ اگر میں کسی کام کو کرنے کا فیصلہ کرلوں تو میرے استعمالِ قدرت میں کوئی مجھے عاجز نہیں کرسکتا۔

یَامُغْنِیُ کی شرح

اب تیسرا نام ہے یَامُغْنِیُ اس کے تین معنی ہیں، پہلا مطلب ہے ظاہری غِنیٰ یعنی اے اللہ! ظاہری مال بھی دے دیجیے اور دوسرا مطلب ہے باطنی غِنیٰ کہ دل میں صرف اللہ رہے، مال جیب میں ہو، ہاتھ میں ہو دل میں نہ ہو، دل اللہ کی یاد سے غنی ہو:

((وَاِغْنَاءُ اللہِ الْعِبَادَ عَلٰی قِسْمَیْنِ: فَمِنْھُمْ مَّنْ یُّغْنِیْہِ بِتَنْمِیَۃِ اَمْوَالِہٖ وَمِنْھُمْ مَّنْ یُّغْنِیْہِ بِتَصْفِیَۃِ اَحْوَالِہٖ،وَھٰذَا ھُوَ الْغِنَی الْحَقِیْقِیُّ))

(مرقاۃ المفاتیح (مکتبہ رشیدیہ) کتاب اسماء اللہ تعالیٰ: ج۵،ص۱۹۹)

اور تیسرے معنی ہیں کہ بندہ کو تلاوت اور ذکر اللہ کی نعمتوں سے مالا مال کرنے والا۔ اور محدثِ عظیم مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جس شخص سے لوگ

دین سیکھیں تو وہ ان کو دین سکھائے اور اگر لوگ اس سے دور دور رہتے ہوں، اس کے قریب نہیں آتے، اکڑفوں دکھاتے ہیں، عالم کی شان میں گستاخی کرتے ہیں تو بتاؤ کہ عالم کی شان میں گستاخی کرنے والا شخص کیسا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

((لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا وَیَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَیُجِلَّ عَالِمَنَا))

(کنز العمال: ج۳ص۷۰، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

جس نے علماء کے ساتھ بدتمیزی کی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تو یَا مُغْنِیُ کے تین معنی ہو گئے۔ نمبر ایک: جس کے ہاتھ میں اللہ مال دے دے، یعنی جس کی غربت اور تنگ دستی دور ہو جائے، لیکن اسے چاہیے کہ عبد الغنی رہے، اس میں اتنی اکڑفوں نہ آ جائے کہ اپنے کو عبد الغنی نہ سمجھے۔ یَا مُغْنِیُ کے دوسرے معنی ہیں کہ جس کو باطنی غِنیٰ بھی حاصل ہو، جو دنیا کے لیے غیر اللہ کے پیچھے نہ پڑا رہے، حسینوں کے چکر میں پڑ کر اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کو نہ خریدے ورنہ جب اللہ گردے میں پتھری ڈال دیں، بلڈ کینسر ہو جائے یا کوئی اور بیماری دے دیں تو پھر کوئی حسین نہ بچا سکے گا، وہ لاکھ روئے گا، چلّائے گا اور حسینوں کو بلائے گا مگر کوئی حسین لات مارنے کے لیے بھی نہیں آئے گا، اس لیے اس ذات پاک سے تعلق رکھیں جو باوفا ہے۔ بندہ کی غریبی، امیری، تندرستی، بیماری، زمین کے اوپر زمین کے نیچے ہر جگہ کام آنے والا ہے۔ اور یَا مُغْنِیُ کے تیسرے معنی ہیں جو اپنے نفس کو ذکر اللہ اور تلاوتِ قرآنِ پاک سے مالا مال کرے۔ یہ معنی مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھے ہیں ورنہ عام علماء جو مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ نہیں دیکھتے وہ اس حدیث کا یہی ترجمہ کرتے ہیں کہ:

((نِعْمَ الرَّجُلُ الْفَقِیْہُ فِی الدِّیْنِ، اِنِ احْتِیْجَ اِلَیْہِ نَفَعَ، وَاِنِ اسْتُغْنِیَ عَنْہُ اَغْنٰی نَفْسَہٗ))

(مشکوٰۃ المصابیح (قدیمی)، کتاب العلم، ص۳۶۔ وفیہ عیسٰی بن عبد اللہ، قال الدار قطنی: متروک الحدیث)

بہترین عالم وہ ہے کہ جب لوگ اس کی طرف حاجت پیش کریں کہ ہمیں دین کی بات سکھاؤ تو وہ انہیں نفع پہنچائے اور اگر لوگ اس سے مستغنی ہوجائیں تو وہ بھی ان کی طرف توجہ نہ کرے اَغْنٰی نَفْسَہٗ اپنے نفس کو ان سے مستغنی کردے۔ یہ تو عام ترجمہ ہے لیکن محدثِ عظیم مُلّا علی قاری گیارہ جلدوں کی شرحِ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ اس کے ایک معنی اور بھی ہیں کہ اپنے کو لوگوں سے مستغنی تو کرلے لیکن بے کار پڑا سوتا نہ رہے:

((اَغْنٰی نَفْسَہٗ بِذِکْرِ تِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ))

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب العلم ج۱، ص۴۶۵، (مکتبہ رشیدیہ))

اپنے نفس کو تلاوتِ قرآن پاک سے اور ذکر اللہ سے اور اہل اللہ کی صحبتوں سے مالدار بنائے۔

صحبت اہل اللہ، ذکر اللہ سے بھی زیادہ ضروری ہے

اہل اللہ کی صحبت تو اتنی ضروری ہے کہ ذکر سے بھی زیادہ ضروری ہے اس لیے کہ ذکر تو شیطان نے بھی کیا تھا مگر شیطان کو اس کے نفس نے کبر میں مبتلا کردیا۔ اور اہل اللہ کی صحبتوں میں دونوں نعمتیں ملیں گی یعنی توفیقِ ذکرِ حق بھی نصیب ہوگی اور بوجہ اخلاص کے قبولِ ذکرِ حق بھی نصیب ہوگا، اہل اللہ کی صحبتوں سے اخلاص عطا ہوگا۔ جیسے ایک شخص دس ہزار روپیہ تنخواہ پاتا ہے لیکن جب وہ بس پر جاتا ہے تو اس کی جیب کٹ جاتی ہے اور وہ ہر مہینہ مقروض ہوتا چلا جاتا ہے۔ بتائیے! یہ شخص بہتر ہے یا وہ شخص جو کسی ایسے کی صحبت میں بیٹھتا ہے جو اس کی جیب کو جیب کترے سے محفوظ رکھنے کی ترکیب سکھاتا ہے۔ اسی طرح اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنے والے ان سے اپنے دل کے نور کی حفاظت کے نسخے پاتے ہیں ؎

نہ کوئی راہ پا جائے نہ کوئی غیر آ جائے
حریمِ دل کا احمدؔ اپنے ہر دم پاسباں رہنا

وہ بتاتے ہیں کہ کس طرح سے دل کو چوری ہونے سے بچایا جاتا ہے، نوٹ کو چوری ہونے سے بچانے کے طریقے دنیا والے بتاتے ہیں اور دل کو چوری سے بچانے کے طریقے اللہ والے بتاتے ہیں کہ دیکھو دل کا گیٹ پاس آنکھوں سے ملتا ہے، آنکھوں کو بچا کر رکھو تو دل کو بھی بچا لو گے۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر حسینوں کو نامحرموں کو دیکھو گے تو دل کی خیریت نہیں ہے کیونکہ دل آنکھوں سے چوری ہوتا ہے اور اگر آنکھ کھول کر دل کو چوری ہونے کا گیٹ پاس دے دیا تو جب دل نہ رہا تو چین کہاں سے پاؤ گے کیونکہ سکون کا جہاز تو دل پر اترتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِيٓ اَنۡزَلَ السَّكِيۡنَةَ فِيۡ قُلُوۡبِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾

(سورۃ الفتح، آیۃ:۴)

سکینہ کا جہاز ایمان والوں کے دل پر اترتا ہے، مگر تم نے تو دل ہی بیچ دیا، تم نے ایسوں کے ہاتھوں دل بیچ دیا جو تمہارے دل کو آرام سے رکھنا بھی نہیں جانتے، اگر تم ان کی یاد میں رات بھر روتے رہو گے تو وہ تمہارے رونے سے رات بھر کانپتے نہیں رہیں گے، معشوقوں کو عاشقوں کی آہ کی خبر بھی نہیں ہوتی، تو ایسی بے خبر مخلوق کو دل بیچنے والے سے بڑھ کر اُلّو دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ اگر دل دینا ہی ہے تو اللہ تعالیٰ کو دو جو ہر سانس آپ کی حفاظت پر قادر ہے، وہ دونوں جہان کا مالک ہے اور ہمارے دل کو آرام سے رکھنا جانتا ہے۔

یَا نَاصِرُ کی شرح

یَا نَاصِرُ پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماءِ حسنیٰ میں اسے تلاش کیا مگر نہیں ملا تو میں نے کہا کہ بے شک صحیح کہتے ہو لیکن تفسیر جلالین کے حاشیہ میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کے علاوہ یَا نَاصِرُ بھی اللہ کا نام ہے:

﴿ اَللّٰہُ وَلِیُّ (اَیْ نَاصِرُ) الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط ﴾

(بحوالہ: تفسیر جلالین (قدیمی) سورۃ البقرۃ آیۃ ۲۵۷ ص ۴۰)

لہٰذا بے سند یا بغیر حوالہ بات نہیں کی۔ سمجھ گئے! تو یہ بتا دیا کہ یَا نَاصِرُ بھی ثابت ہے۔ یَا نَاصِرُ کے کیا معنی ہیں؟ جو اپنے بندوں کی مدد کرے۔ ’’دوست آں باشد کہ گیرد دستِ دوست‘‘۔ لیکن ایسے نہیں جیسے ایک شخص کے دوست کو اس کا دشمن پیٹ رہا تھا تو اس نے کتاب میں پڑھا تھا کہ ’’دوست آں باشد کہ گیرد دستِ دوست‘‘ یعنی اصلی دوست وہ ہے جو مشکل وقت میں اپنے دوست کا ہاتھ پکڑ لے تو اس نے جا کر اپنے دوست کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے جسے اس کا دشمن پیٹ رہا تھا، بس پھر تو اس کے دشمن نے اس کی خوب پٹائی کی، جب وہ پٹ کر واپس آیا تو اپنے دوست کو خوب مارا کہ تم نے میرے دونوں ہاتھ پکڑ لیے تھے، مجھے اپنا دفاع بھی نہیں کرنے دیا۔ تو اس نے کہا کہ میں نے تو آپ کی مدد کی تھی، اس نے کہا وہ کیسے؟ تو جواب دیا کہ میں نے بچپن میں پڑھا تھا کہ ’’دوست آں باشد کہ گیرد دستِ دوست‘‘ یعنی دوست وہ ہے جو دوست کا ہاتھ پکڑ لے۔ تو اس نے کہا کہ تم نے اس شعر کا مطلب نہیں سمجھا۔ ارے دوست کا ہاتھ پکڑنے کے معنی یہ ہیں کہ تم اس کی مدد کرو، اگر وہ گر رہا ہو تو اسے سہارا دو، دوست گڑھے میں گر رہا ہے تو اس کا ہاتھ پکڑ لو، یہ معنی تھوڑی ہیں کہ کوئی اسے پیٹ رہا ہو تو اس کے ہاتھ پکڑ لو تاکہ وہ اپنا دفاع بھی نہ کر سکے۔ اس لیے ایک من علم کے لیے دس من عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔

یَا صَمَدُ کے وظیفہ میں یَا اَللّٰہُ کا اضافہ

اب ایک اضافہ سنیے، یہ چار نام تو ہاتھ کی چار انگلیوں پر آ گئے، اب پانچویں انگلی بے چاری خالی رہتی ہے۔ کل ایک صاحب آئے انہوں نے کہا کہ

ہمیں اجازت دیجیے کہ میں اس انگلی پر یا اللہ بڑھادوں کیونکہ یہ اسمِ ذات بھی ہے اور اسمِ صفات بھی ہے یعنی اللہ کا صفاتی نام بھی ہے اور اللہ کا اصلی نام بھی ہے تو اگر میں یَا صَمَدُ والے وظیفہ میں اس نام کو بھی لگادوں تو کیسا ہے؟ کیونکہ اس طرح پانچوں انگلیاں مہر بند ہوجائیں گی تو مجھے اس کی اجازت دے دیجیے، میں نے کہا بالکل اجازت ہے، اس وظیفہ میں فوراً یا اللہ کا اضافہ کردو بلکہ میں بھی اضافہ کروں گا۔ تو یَا اَللّٰہُ، یَا صَمَدُ، یَا عَزِیْزُ، یَا مُغْنِیْ یَا نَاصِرُ اب اس وظیفہ میں پانچوں انگلیاں استعمال ہورہی ہیں۔ اب آپ کی پانچوں انگلیاں گھی میں ہیں (مزاحاً فرمایا کہ) مگر سر کڑھائی میں نہیں ہے، سر کڑھائی سے باہر ہے اور انگلیاں بھی کھولتے ہوئے گھی میں نہیں ہیں، ٹھنڈے گھی میں ہیں ورنہ اگر پانچوں انگلیاں کھولتے ہوئے گھی میں ہوں تو ان کا کیا حال ہوگا؟ انگلیاں بھی نہیں رہیں گی۔

پھر آخر میں اللہ پاک سے دعا بھی کرلیجیے کہ یا اللہ! یہ آپ کے جتنے نام ہیں ان کی برکتوں کا مجھ پر ظہور فرمادیجیے۔ ہم غریب ہیں، ہم کو غنی کردیجیے تاکہ ہم مخلوق کے محتاج نہ ہوں، ہم پر صمدیت کی شان کا ظہور فرمادیجیے، ہم آپ کی مدد کے محتاج ہیں، ہم پر آپ اپنی مدد و نصرت بھیج دیجیے، ہم کمزور ہیں آپ اپنی زبردست طاقت کے ساتھ ہمارے دشمنوں کو مغلوب فرمادیجئے۔

صحبتِ اہل اللہ کی قدر و قیمت

(ایک صاحب مسجد میں دیر تک نفلی عبادت کرکے آئے تو یہ ارشاد فرمایا۔ جامع)

ایک لاکھ وظیفے سے بڑھ کر دین کا ایک مسئلہ سیکھنا ہے اور ایک تدبیر اللہ کے راستہ کی سیکھنا سو برس کے اخلاص کی عبادت سے افضل ہے۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ والوں کی یا ان کے غلاموں کی صحبت ایک لاکھ سال کی عبادت

سے افضل ہے۔ لیکن افسوس کہ بعض لوگ وظیفوں میں لگے رہتے ہیں جبکہ دین کی بات ہورہی ہوتی ہے جو تمام وظیفوں کی روح ہے۔ جیسے ایک آدمی تین من وزنی ہے مگر اس میں روح نہیں ہے اور ایک آدمی صرف چالیس کلو کا ہے مگر اس میں روح ہے تو تین من کا مردہ افضل ہے یا چالیس کلو کا زندہ جس میں جان ہے۔ شیرِ مردہ بہہ یا گربۂ مسکین یعنی مردہ شیر سے کمزور بلّی بہتر ہے۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ روحانیت اور حیاتِ ایمانی اللہ والوں کی صحبت سے سیکھو۔ ان شاء اللہ پھر آپ کا ایک مرتبہ اللہ کہنا سارے عالَم کو نور کے شربتِ روح افزا سے بھر دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ شکر کا خالق ہے، جس کے دل میں خدا ہوتا ہے تو خدا شکر کی مٹھاس کے ساتھ آتا ہے اور غیر محدود مٹھاس لاتا ہے کیونکہ اللہ کی ذات غیر محدود ہے، جس کے دل میں خدا آتا ہے اس کے دل میں محدود شکر نہیں آتی، غیر محدود شکر آتی ہے، اس کے دل میں شربتِ روح افزا بوتل یا ڈرم میں نہیں آتا کیونکہ یہ سب محدود ہیں، جس کے دل میں اللہ آتا ہے اس کے دل میں غیر محدود شربتِ روح افزا لاتا ہے۔ کاش! یہ بات ہمارے دل میں اتر جائے تو ٹیڈیوں کے چکر بھول جائیں، حسینوں کے چکر میں جو لوگ مبتلا ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ اس حماقت سے ان کو توبہ نصیب ہوجائے۔

سلام کرنے کا مسنون طریقہ

بس اب آپ سب کو سلام کرتا ہوں، السلام علیکم، اور سلام میں ہمزہ یعنی الف ظاہر کرنا ضروری ہے، بعض لوگ سلام کرتے وقت الف نہیں کہتے، اَلسَّلامُ علیکم کو سلام علیکم کہتے ہیں، یہ سنت کے خلاف ہے، سنت اَلسَّلامُ علیکم ہے، اور السلام کے میم پر پیش ہے اسے مُو پڑھیں مَومت پڑھیں، آپ کہیں گے کہ

مُواور مَو میں کیا فرق ہے؟ تو میں کہوں گا کہ جوفرق گو میں اور گُو میں ہے، اگر کوئی یوں کہے کہ جناب کو گو بھی پسند ہے تو گوبھی ایک سبزی کا نام ہے لیکن اگر کوئی اس طرح کہے کہ جناب کو گُو بھی پسند ہے تو یہ تو نجاست کا نام ہے، توبہ توبہ ایسے مت کہو۔ تو مجہول سے مطلب بدل گیا یا نہیں؟ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہہ کر سلام کیجیے یعنی میری طرف سے آپ سب پر اللہ کی سلامتی، اللہ کی رحمت اور اللہ کی برکت نازل ہو۔

فہرست مواعظِ اختر

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارہ تالیفاتِ اختریہ